فکرِ اقبال میں اسلامی شعائر کی اہمیت

محمد عامر اقبال*

Abstract

Iqbal's view regarding the symbols of Islam and rituals has been discussed in this research article. Monotheism has been explained in his poetry with different and authentic references.The Holy Prophet (SAW) as a perfect model has been described by him from various ages. Iqbal has said that the Holy Prophet's migration from his motherland teaches us the lesson of patriotism irrespecting of nationalism.The importance of prayers has been highlighted in detail in the article.We have also been told about Aazaan as it reflects the Islamic concept of life.Islamic concepts, such as Sajda, Fast,Alms and Hajj have been narrated in a special way.

As a Muslim pholosopher, Iqbal explored Islamic rituals, various concepts and its purpose very eluquently. The article investigates the importance of these Islamic concepts in the light of Iqbal's philosophical thoughts.

ہر فلسفی اپنے افکار میں اپنے مذہب کو پروان چڑھانے اور اس کی صداقت عام کرنے کی کوشش کرتاہے۔ اقبال چونکہ مسلمان تھے ۔ آپ شاعر اور نثر نگار تو تھے ہی مگر آپ سیاسی اور دینی رہبر بھی تھے۔اقبال نے ملت اسلامیہ کی ترقی کے لیے اور اسے بیدار کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش سے کام لیا۔ ملت اسلامیہ کا مرثیہ بھی کہا۔ جوانوں کا لہو بھی گرمایا اور ساتھ ہی دین اسلام کی صحیح تشریح بھی مسلمانوں کے سامنے پیش کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اقبال کو کافرتک کہہ دیا گیا۔ اقبال نے ہمت نہ ہاری اور اپنے راستے پر گامزن رہے

* پی ایچ ڈی سکالر،شعبہ اقبالیات،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد

ان صفحات میں ہم مذہبی عبادات اور اسلامی شعائر کے حوالے سے اقبال کے نظریات پر روشنی ڈالیں گے۔

توحید:

کلمہ طیبہ توحید اور رسالت پر ایمان ہے۔ ہم اس کلمہ کے پہلے حصہ توحید پر بات کرتے ہیں۔کلمہ طیبہ پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ کافر اور مسلمان میں تفریق ہیے۔ کلمہ طیبہ انسان کو دنیا میں وہ باغ لگانا سکھاتا ہے جس کے پھل آخرت میں انسان توڑتا ہے۔ گویا زندگی میں کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد خدا کے ایک ہونے کا اقرار اور ناخداؤں سے کھلم کھلا جنگ کا اعلان ہے۔ یہ کائنات خدا کی تخلیق کردہ ہے اس لیے اس کائنات میں حکم بھی خدا کا ہی چلے گا۔اس کلمہ سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور کسی اور کے بندے نہیں ہیں۔ یہ بات جب ہمیں معلوم ہوگی تو خود بخود یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ ہم جس کے بندے ہیں اسی کی مرضی کے مطابق عمل بھی کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کی مرضی کے خلاف چلیں گے تو یہ اپنے مالک سے بغاوت ہوگی۔اگر اقبال کے افکار کو کسی نظام کے تابع کہا جاے تو وہ نظام عقیدہ توحید ہے یہ وہ عقیدہ ہے جو وحدت خدا کا مظہر ہوتے ہوئے انسان کی انفرادی زندگی کو وحدت عطا کرتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

"اس نئی تہذیب نے اتحاد عالم کی بنا اصول توحید پر رکھی۔ لہٰذا بطور اساس ریاست اسلام ہی وہ عملی ذریعہ ہے جس سے ہم اس مقصد میں کہ توحید کا یہ اصول ہماری حیات عقلی اور جذباتی میں ایک زندہ عنصر کی حیثیت اختیار کر لے، کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس اصول کا تقاضا ہے کہ ہم صرف اللہ کی اطاعت کریں نہ کہ ملوک و سلاطین کی ۔ پھر چونکہ ذات الٰہیہ ہی فی الحقیقت روحانی اساس ہے زندگی کی، لہٰذا اللہ کی اطاعت فطرت صحیحہ کی اطاعت ہے" ۱ مثنوی رموزِ بے خودی میں ایک عنوان اقبال نے یہ دیا ہے کہ:

"درمعنی ایں کہ جمعیت حقیقی از محکم گرفتن نصب العین ملیہ است و نصب العین امتِ محمدیہؐ حفظ و نشرِ توحید است" ۲

تصور توحید اقبال کی تصانیف بانگ درا کی نظم" شمع و شاعر" میں دیکھا جا سکتا ہے ساتھ ہی وحدت انسانی کے موضوعات جاوید نامہ اور مثنوی مسافر میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔دین اسلام کا یہ عنصر یعنی توحید اقبال کی شاعری میں انواع و اقسام کے طریقوں کے ساتھ مذکور ہے۔ یہ تصور بے شک اسلام کے لیے موجب قوت رہا اور اسلام کا خلاصہ یہی عقیدہ ہے۔

اقبال عمر بھر نغمہ توحید الاپتے رہے اور خدائے حی و قیوم سے مدد طلب کرتے رہے۔ عقیدہ توحید سے ان کے بقول مومن کو تقویت ملتی ہے۔ اقبال نے اپنے افکار میں واضح کیا ہے کہ توحید مسلمانوں کو غیر معمولی ایمانی قوت عطا کرتی ہے۔۔ یہ مرد مسلمان کے ہاتھ میں ایک شمشیر برہنہ ہے یہ عقیدہ اگر مومن کے تن من میں مکمل طور پر سرایت کر جائے تو وہ ہر قسم کے خوف و حزن سے محفوظ رہتا ہے۔

اقبال نے مثنوی رموزِ بے خودی میں توحید اور ازالہ خوف و حراس کے عنوان سے باقاعدہ مضمون باندھا ہے۔[۳]

اقبال کو شکایت تھی کہ مسلمانوں نے بحثوں کی خاطر عقیدہ توحید کو ایک نظری اصول بنا دیا ہے۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے، فقط اک مسئلہ علم کلام
آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہہ
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے نام[۴]

اقبال کی نظر میں مسلمانوں کے زوال اور جمود کا یک بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے توحید کے عملی پہلو کو ترک کردیا اور خدا کی ذات و صفات کی بحثوں میں کھو گئے۔ وہ اس نکتے کو بھول بیٹھے کہ اعمال کی وحدت کے بغیر افکار کی وحدت ناتمام رہتی ہے۔ اقبال چاہتے تھے کہ مسلمان عقائد، خصوصاً توحید کے باب میں نظری بحثوں سے صرف نظر کریں اور نتائج پر توجہ دیں۔ کیونکہ وحدتِ عقیدہ کا ہدف وحدتِ فکر و نظر ہے۔

کسے کو لا الہ رادرگرہ بست
زبند مکتب و ملا بروں جست[۵]

بال جبرائیل کا یہ شعر طنز آمیز ہے اس شعر کو اقبال نے اس مضمون میں بھی دہرایا ہے جس میں مولانا حسین احمد مدنی کے ایک قول کے حوالہ سے جغرافیائی وطنیت کی مخالفت کی گئی ہے مولانا مدنی عالم دین تھے اور کانگرس کے ہمنوا تھے شعر یہ ہے۔

قلندر جزو و حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقہیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا[۶]

قاروں کو بائبل میں کورہ کہا گیا ہے جو اپنی دولت کے لیے مشہور ہے جس کا وہ کوئی مفید مصرف نہ کر سکا تھا۔ اس کی مثال عربی زبان کے اس عالم کے مشابہ ہے جس کے پاس عظیم کتب خانہ ہو مگر وہ حکمتِ دین کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

دین مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب، دین از نظر[۷]

جو توحید کے مضمرات سمجھ جائے وہ ماسوا اللہ سے آزاد ہو جائے گا اور دنیا کے امور کو ایک نئے زاویہ سے دیکھے گا۔

اقبال تخلیقی توحید کے سلسلے میں ابوذر غفاری اور بایزید بسطامی اصحابِ علم و عرفان اور معمار ان قوم سلطان طغرل اور سلطان سنجر کی برجستہ مثالیں دیا کرتے تھے۔اپنی اہمیت کے علاوہ کلمہ طیبہ کے کلمات کی صوفیانہ شاعری اور ہنروفن کے لحاظ سے بھی بڑی اہمیت رہی ہے۔ یہ عربی کلمات اس صورت میں انتہائی موثر اسلوب میں لکھے جاتے رہے۔مسلمانوں کی دست کاریوں کو ان کلمات عالیہ کے ذریعے آراستہ کیا جاتا رہا اور ظاہر ہے آنکھوں کو نظر نہیں آتا کہ الف ، لام اور لا سے مرکب اور ان کلمات کو نقاشی کے ذریعے مسلمان ہنر مند اپنے دین کا روح منعکس کرتے رہے ہیں۔ پھر یہ مترنم کلمات، صوفیانہ و عارفانہ "ذکر" کے طور پر بڑی دل آویزی کے ساتھ دہرائے جاتے ہیں۔ خلوت ہو کہ جلوت ، خاموشی ہو کہ گفتگو، یہ کلمات خفی اور جلی دونوں صورتوں میں صد ہا بار ورد کیے جاتے ہیں۔

اقبال نفی و اثبات کی ان روایات کے وارث تھے لہٰذا انہوں نے ان تعبیرات سے اپنی شاعری میں بھرپور استفادہ کیا ہے۔ یہ بات یوں بھی قابل تعجب نہیں کیونکہ اقبال کلمات اضداد کے دلدادہ تھے۔پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ ابتدا میں اس روش پر گامزن ہوئے اور ماسوا اللہ کسی طرف توجہ نہ دی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا طریق بھی یہی تھا انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے بیٹے کو قربان کردیا۔دراصل وہی شخص خدا کے سامنے اپنے وجود کا اثبات کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو یا اپنی عزیز ترین متاع کو قربان کرسکتا ہو۔مثنوی پس چہ باید کرد۔ کی نظم "لا الہ الااللہ" اس موضوع کو بخوبی واضح کرتی ہے اور اقبال کے بقول:

ہر کہ اندر دستِ او شمیر لا ست
جملہ موجودات رافرمانروا است۸

جس طرح بجلی یا مقناطیس کی حیثیت اور منفی قوتیں ہوتی ہیں اور ان دونوں سے کام لیا جاتا ہے، روحانی زندگی کا بھی یہی حال ہے اقبال کو تہذیب حاضر سے ایک ایسی شکایت ہے جس کا اظہار وہ بار بار کرتے ہیں وہ یہ کہ اس تہذیب کے پاس "الاّ" نہیں ہے

لبالب شیشہ تہذیب حاضر ہے مئے لا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ الاّ۹

اقبال فطرت کے عظیم متضاد تنوع سے آگاہ تھے۔ آ پ نے نبضِ حیات کی رفتار معلوم کر لی تھی۔ اقبال کی شاعری پر غور کریں تو ہمیں متضاد الفاظ کا تنوع ملے گا اور ہم دیکھیں گے کہ شاعر لفظ اور معنی کے اختلاف سے کیا نکتہ آفرینیاں کرتا ہے۔اقبال نے لا اور ا لہ تضاد سے توحید میں دلسوزی اور دل نوازی کو پروان چڑھایا ہے۔

رسالت:

کلمہ طیبہ میں اللہ کے نام کے فوراً بعد حضرت محمدؐ کے نام کا ذکر اس بات کا غماز ہے کہ آپؐ خدا کے بعد سب سے بلند مرتبہ ہیں۔ مسلمان شعرا کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے دواوین اور طویل منظومات میں حمد خداوندی کے بعد نعت رسولؐ کو بلا التزام لکھتے اور

شامل کرتے رہے ہیں۔ بعض نعتوں کو بے پناہ مقبولیت ملی۔ اقبال نے رموزِ بے خودی میں رومیؔ کی زبان سے توصیف رسولؐ پیش کی ہے۔

اقبال کا جذبہ حب رسولؐ ان کی زندگی کے مختلف ادوار میں ذات رسولؐ کے دونوں پہلوؤں سے منور ہوتا رہا۔ ذاتِ رسولؐ کی باطنی اور صوفیانہ تعبیر سے اور اس لحاظ سے آنحضرت محمدؐ ایک کامل نمونہ عمل ہیں اور مسلم معاشرے کو اب بھی معاشرہ رسولؐ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ۔ اسی عقیدت کی بنا پر اقبال ایسے اشعار کہتے رہے کہ:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف ۱۰

اقبال کے مکتوبات میں کئی مسائل کے بارے میں بہت کم روشنی پڑتی ہے جو ان کی شاعری اور فلسفے کی کتب میں مذکور ہیں۔ مگر جذبہ عشقِ رسولؐ ان کے مکاتیب سے بھی بخوبی اجاگر ہے۔حضرت محمدؐ کا اسم گرامی سنتے ہی اقبال آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ *اسرارِ خودی* سے *ارمغان حجاز* تک اقبال کی تمام شعری تصانیف میں حضرت محمدؐ کا ذکر ملتا ہے۔ اقبال کمال فن سے پڑھنے والوں کی توجہ اپنی طرف مذکور کر لیتے ہیں۔

اقبال دوسروں کو خدا سے محبت کا درس دینے کے ساتھ ساتھ خدا کا یہ پیغام بھی لوگوں تک پہنچاتے ہیں کہ حضرت محمدؐ سے محبت کرو گے تو جہان کیا چیز ہے تم اپنی قسمتوں کی تخلیق پر بھی قادر ہو جاؤ گے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۱۱

اقبال اس روایتی عشق رسولؐ کے قائل نہ تھے جس میں جھوم جھوم کر نعتیں ہی پڑھی جاتی ہوں۔ اقبال اسم محمدؐ سے دہر میں اجالا کرنے کے قائل تھے۔ اقبال نے خدا کا یہ پیغام ہم تک پہنچایا کہ عشق کی قوت سے ہرپست کو بالا کرنے کی صفت حاصل کرو۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے۱۲

حضرت محمدؐ نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ اقبال کے خیال وہ زمین سے وابستگی، محدود وطنیت اور تنگ نظرانہ حبِ وطن کے خلاف ایک مثال اور نمونہ فراہم کرنے کی خاطر تھی۔ ہجرت رسولؐ واقعی ایک مہتمم بالشان واقعہ ہے اور مسلمان اس واقعہ کے آغاز سے اپنی تقدیم شروع کرتے ہیں۔

اس واقعہ نے اسلام کے سیاسی اور اجتماعی امور کو نئی جہات دی اور اگر تمام اہلِ مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہوتا اور حضرت محمدؐ ہجرت نہ فرماتے تو تاریخ اسلام کا نیا رخ غالباً دگرگوں ہوتا۔ اقبال فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے نظریہ حیات کو خونی رشتوں پر ترجیح دے کر ایک بے نظیر مثال پیش کی۔ ۱۹۱۰ء میں اپنی ڈائری میں اقبال نے لکھا۔

اسلام کا ظہور بت پرستی کے خلاف ایک احتجاج کی حیثیت رکھتا ہے۔ وطن پرستی بھی بت پرستی کی ایک نازک صورت ہے۔پیغمبر اسلامؐ کا اپنی جائے پیدائش مکہ سے ہجرت فرما کے مدینہ میں قیام اور وصال غالباً اسی حقیقت کی طرف ایک مخفی اشارہ ہے۔[۱۳]

اسلام کا تصور ہجرت یہ ہے کہ اپنے افکار و نظریات کی اشاعت کی خاطر وطن مالوف بھی ترک کر دیا جائے جس طرح بوئے گلاب سارے چمن کو مہکا دیتی ہے اسی طرح روحانی قلب سارے عالم میں اپنی خوشبو کی نشرواشاعت کر سکتی ہے۔

اقبال نے خطبات میں بھی یہی بات کہی کہ اسلام زمین سے پیوستگی کا مخالف ہے اور خونی رشتے بھی اس کے راستے میں حائل نہیں ہوتے۔ حضرت محمدؐ نے عالم انسانی کو جو قانون ہدایت عطا کیا ہے اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اس قانون کے علی الرغم روحانی دعوے کرنے کا مجاز نہیں۔ آپؐ نے جو سیاسی اور اجتماعی نظام پیش فرمایا، وہ اس کے نام سے موسوم ہے اور اس کی شان ابدی ہے۔ لہٰذا حضرت محمدؐ کے بعد کسی نبوت کے ظہور کا امکان نہیں۔

اقبال نے قادیانی فرقہ پر بھی زبردست تنقید کی بلکہ کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کی طرف سے کی جانے والی سازش کو بے نقاب بھی کیا۔ نبی کریمؐ کی توصیفات اور نعت میں بھی اقبال نے قومی اور ملی جذبہ کو بیدار کرنے کی کامیاب کاوش کی ہے۔ اقبال افسوس کرتے

تھے کہ عصر حاضر نے مسلمانوں کو جمالِ مصطفیٰ سے بیگانہ کردیا۔ اقبال نے اپنی نعت"ذوق و شوق" میں حبِ رسولؐ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ

ہے لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب [۱۴]

نماز:

کلمہ طیبہ کے بعد دین اسلام کا دوسرا رکن صلوٰۃ یعنی نماز ہے۔ نماز کے فرض رکن کے علاوہ صلوٰۃ کا ایک پہلو دعا بھی ہے۔ دعا نماز کے بعد یا ہر جگہ اور ہر وقت کی جاسکتی ہے۔ پھر ذکر خدا ہے جس کا مدعا یہ نہں ہے کہ خدا کی یاد اور اس کی توصیف میں بعض کلمات بار بار ادا کیے جائیں۔

قرآن کی روسے ہر ذی روح چیز ۔ فرشتے اور چرند پرند، نباتات و جمادات، خدا کی تسبیح و تحمید میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے مسلمان شاعر ہو کہ نثر نگار، خدا کی مخلصانہ حمد و تقدیس اور دعائیں لکھتے رہتے ہیں۔نماز اور دعا کے ذکر کے سلسلہ میں ایک حد تک اقبال بھی ایک ممتاز شاعر اور مصنف نظر آتے ہیں۔ *جاوید نامہ* کا ایک نہایت رقت بار مقام وہ ہے جہاں رومی اور اقبال، سید جمال الدین افغانی اور ترک شہزادے سعید حلیم پاشا کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔اقبال کے ملازم علی بخش کی زبانی یہ بات بھی مصدقہ ہے کہ اقبال صبح کی نماز کے بے حد پابند تھے۔ اور اس نماز کے بعد تلاوت قرآن مجید ان کا معمول تھا۔ وہ رات کے آخری حصہ میں تہجد کی نماز کا اہتمام بھی کرتے تھے۔اقبال کے لیے نماز اور دعا محض اطاعت ہی نہ تھی بلکہ محبت کا اظہار بھی تھی۔ اس لیے جواب شکوہ میں خدا کی زبانی مسلمانوں کو ترک نماز اور خواب غفلت میں غرق رہنے پر تنبیہ کرتے ہیں۔

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے ! ہاں نیند تمہیں پیاری ہے [۱۵]

اللہ تعالیٰ سے شکوہ بھی کیا تو اس میں بھی اقبال نے مسلمانوں کی نماز ادا کرنے کی

صفت کو ضرور بیان کیا لکھتے ہیں۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ روہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے
تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے ۱۶

اقبال نے نماز کو مومنوں کے جواہر اور اسلحہ قرار دیا ہے نماز تنہا بھی ادا کی جاتی ہے مگر نماز باجماعت کے بڑے فوائد ہیں ۔ نماز کا فلسفہ دین اسلام کو دیگر ادیان سے منفرد بناتا ہے اور واضح برتری بھی دیتا ہے۔اقبال فرماتے ہیں کہ نماز کی ظاہر ی صورت گو معین ہے مگر اس کو موجب نزاع نہیں بنانا چاہیے اور اس کے ذریعے قلب کی اصلاح پر توجہ مبذول رکھنی چاہیے۔نماز کے ظاہر اجتماعات کو اس قدر اہمیت دینے کے باوجود اقبال نے یہ نکتہ بھی سمجھایا ہے کہ عبادات کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول اور قلب و باطن کی اصلاح ہے۔ آج ہم منفی رویوں کا شکار ہو چکے ہیں

ان حالات میں ہماری نمازوں کا سرور بھی جاتا رہا۔

اقبال کہتے تھے۔

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر ۱۷

ہم نے نمازوں میں اخلاص کو خیر باد کہا تو نتیجہ یہ نکلا کہ روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس لیے اقبال نے کہا تھا۔

صفیں کج، دل پریشان، سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے ۱۸

نماز کی قبولیت اور لذت و سرور کے لیے حضور قلب ضروری ہے۔ اقبال نے حضور

قلب کا ذکر اور تمنا کئی بار کی ہے۔ وہ جانتے تھے کی حضور قلب کے بغیر نماز، فرض تو پورا کر دے گی مگر باطنی اور روحانی فائدہ نہ دے گی۔نماز و دعا کی ظاہری صورتوں کو اگر قبولیت نہ ملے تو وہ بندے اور خدا کے درمیاں قرب کے بجائے بعد اور دوری کا موجب بنتی ہیں ۔ عبادات میں حضور قلب مسلمان کے لیے ہی ضروری نہیں بلکہ صنم پرست کے لیے بھی لازم ہے۔اقبال فرماتے ہیں کہ حقیقی مومن اور محبّ خدا شخص عبادت اور توجہ قلب کی قدر کرے گا۔ نماز کے لیے اقبال نے حقیقی رواداری کی تلقین بھی کی ہے۔

اذان

اقبال نے عمل نماذ کے مختلف اجزاء کا ذکر مسلمانوں کی روحانی زندگی کے بیان میں کیا ہے اس ضمن میں اذاں، سجود اور قیام وغیرہ کا ذکر کئی بار آیا ہے۔ یہ سب نماز کے روحانی تجربے کے اجزا ہیں۔اذان کی صدا اسلامی نظریہ حیات کو منعکس کر دیتی ہے۔ اقبال اسے حیات کی علامت جانتے تھے۔ البتہ اس زمانے کی بے روح اذانوں کے وہ شاکی بھی تھے چنانچہ جواب شکوہ میں بزبان خدا کہتے ہیں۔

رہ گئی رسم اذاں، روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقین غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے ۱۹

کائنات کے ظلمت کدے میں اذان سے نئ صبح طلوع ہوتی ہے۔ وہ سحر ایسی ہوتی ہے کہ اس سے شبستان کا وجود بھی کانپ اُٹھتا ہے۔ شرط یہ کہ بندہ مومن کے جلال اور تقویٰ کی جھلک اس میں نمایاں ہو۔عصر رواں میںمومن کی اذان کی حالت ہمارے سب کے سامنے ہے۔ اذان دینے والے کی آواز پر کتنے لوگ ہیں جو نماز کے لیے مسجدوں کا رخ کرتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو نماز کی اہمیت پر کان دھرتے ہیں؟ ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

سجدہ:

سجدہ خلوص خدا پر مکمل اعتماد اور توکل سکھاتا ہے۔ اور عبد اور معبود کا رابطہ استوار کرتا ہے اسی سے انسان روحانی سربلندی حاصل کرتا ہے۔ اس خدائے بزرگ و برتر کے سامنے کیا گیا ایک سجدہ انسان کو دنیاوی آقاؤں پر سجدہ ریز ہونے سے بچاتا ہے۔ اسی لیے اقبال کہتا ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات ۲۰

حقیقی زندگی خدا کے ساتھ ربط و ضبط کا نا م ہے۔ روزانہ دیدار ہی اس کی قیامت ہے۔وہ حقیقت مطلق کے مجسم صورت میں دیکھنے کا بے حد متمنی ہے۔ اقبال اپنی تڑپ کا اظہار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر خدا مجھے مجازی شکل میں نظر آجائے تو میں اس کے سامنے سجدوں کی انتہا کردوں۔ اقبال کی جبین نیاز میں ہزاروں سجدے تڑپ رہے تھے جو خدا کو مجازی حالت میں دیکھ کر ادا ہوتے تھے۔ مجازی شکل میں خدا کو دیکھنا انتہائی عقیدت اور محبت کا جذبہ ہے۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آلباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبیں نیاز میں ۲۱

اقبال کا دعویٰ تھا کہ اگر حبِ الٰہی اس کی نماز کا امام نہ ہو یعنی اسے خدائے پاک کی بارگاہ میں عبادت کا نصب العین نہ بناؤں تو نماز کے لیے میرا کھڑا ہونا بھی جلوہ ذات سے محرومی کا باعث ہوگا اور میرے سجدے کی بھی یہی کیفیت ہو۔

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب ۲۲

روزہ:

اقبال نے شرح اسلامی کی ابدیت پر اظہار خیال کیا اور نظام اسلام کی عمل پذیری

میں وہ تمام تکالیف انسانی کا حل دیکھ رہے تھے۔ اقبال قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔اقبال نے ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا ذکر اپنے خطوط میں کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سحری سے افطار کے وقت تک خالی پیٹ رہنا اور اس عبادت کی دیگر شرائط کے بموجب یہ مشکل ترین عبادات میں سے ہے۔

جواب شکوہ میں مسلمانوں پر شدید تنقید ہے کہ وہ روزے کو ایک ناگوار عبادت جانتے ہیں اور روزے رکھنے والے عام طور پر درویش یا مفلس لوگ ہوا کرتے ہیں۔

طبع آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے
تمھی کہہ دو، یہی آئین وفاداری ہے ۲۳

پھر کہتے ہیں کہ۔

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا، تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا، تو غریب ۲۴

روزہ بھوک اور پیاس پر شب خون مارتا ہے وہ (روزہ) صرف بدن کی پرورش کرنے والے خیبر کو فتح کرتا ہے یعنی تن پروری باقی نہیں رہتی۔ فارسی کلام میں اسرارِ خودی میں اقبال کہتے ہیں۔

روزہ برجوع و عطش شبخون زند
خیبر تن پروری را بشکند ۲۵

زکوٰۃ:

زکوٰۃ ایک دوسری عبادت ہے جس میں صاحبان نصاب ایک معین شرح سے فقرا و غربا کی مدد کرنے پر مامور ہیں۔ قرآن حکم میں ادائے زکوٰۃ کا حکم اکثر قیام صلوٰۃ کے ساتھ آیا ہے۔اقبال نظام اسلام کی اس برتری کے زبردست داعی رہے ہیں کہ اس میں نہ مغرب کے سرمایہ دارنہ نظام کی لوٹ کھسوٹ ہے اور نہ نظامِ اشتراکیت کی پابندی اور خرابیاں۔اقبال کی یہ کوشش تھی کہ مسلم معاشرے میں قرآنی تعلیمات کے عمل پذیر ہونے

کے لیے زمین ہموار کرتے رہیں۔اقبال سرمایہ داری اور اشتراکیت سے دور رہتے ہوئے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو کس خوبی سے پیش کرتے رہے ہیں۔ زکوٰۃ کا نظام اسلام کی شان ہے۔

حج:

حج جو صاحبان استطاعت پر عمر میں ایک بار فرض ہے۔ اقبال روضہ رسولؐ پر حاضری دینے کے بے حد آرزو مند تھے کعبۃاللہ اتحاد المسلمین کی ایک علامت ہے اور یہ علامت اور موضوع دونوں اقبال کو بہت پسند تھے۔ اقبال داستان کعبہ کے المناک اور خوں آمیز ہونے کا اشارہ یوں کرتے ہیں۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ؓابتدا ہے اسمٰعیلؑ ۲۶

اقبال کو حرمین شریفین سے ہی نہیں اس زمین عرب سے بھی محبت ہے کیونکہ اسلام کا سورج یہیں سے طلوع ہوا۔

اقبال نے حجاز کو بطحا کے نام سے بھی پکارا ہے اور اس علاقے کا مرکز مکہ مکرمہ ہے اور حجاز شاعر کے لیے تمام بیماریوں کا شفا خانہ ہے۔

حج مسلمانانِ عالم کے لیے اتحاد و ملاقات کے لیے عمدہ مواقع فراہم کرتا ہے۔ اقبال لکھتے ہیں کہ اس سے ہر قبیلے اور علاقے کے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں دوسروں سے ملنے کا موقع ملتا ہے ان سب کو رشتہ اخوت نے متحد کر رکھا ہے۔ اقبال نے اسلام سے عقیدت کا اظہار کیا اور شعائرِ اسلامی پر عمل پیرا ہونے کا سبق عام کیا۔

حوالہ جات

۱۔ اقبال *تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ*، مترجم ، سید نذیر نیازی(لاہور۔بزمِ اقبال) اشاعت پنجم جنوری ۲۰۰۰ء،ص۲۲۷۔

۲۔ اقبال،کلیات اقبال فارسی، رموزِ بے خودی (لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز)،ص ۱۳۷۔
۳۔ اقبال،کلیات اقبال فارسی، رموزِ بے خودی،ص ۹۴۔
۴۔ اقبال، کلیات اقبال اردو، ضربِ کلیم، توحید (لاہور۔ اقبال اکادی پاکستان) طبع ششم2004ء،ص۵۳۷۔
۵۔ اقبال،کلیات اقبال فارسی، ارمغان حجاز، ص ۹۸۳۔
۶۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بال جبریل، غزل نمبر ۸،ص ۳۶۸۔
۷۔ اقبال،کلیات اقبال فارسی، پس چہ باید۔۔۔، مثنوی مسافر،۸۶۵۔
۸۔ اقبال،کلیات اقبال فارسی، پس چہ باید کرد،ص ۸۱۵۔
۹۔ اقبال،کلیات اقبال اردو ، بال جبریل ،ص ۳۶۱۔
۱۰۔ ایضاً،ص ۳۷۲۔
۱۱۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بانگ درا، جواب شکوہ،ص ۲۷۳۔
۱۲۔ ایضاً،ص ۲۳۶۔
۱۳۔ اقبال، شذراتِ فکر اقبال مرتبہ ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال، مترجم (ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی (لاہور۔ مجلس ترقی ادب) طبع اول دسمبر 1973ء ص۸۳۔
۱۴۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بال جبریل، ذوق و شوق ص۴۴۰۔
۱۵۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بانگ درا، جواب شکوہ،ص۲۲۹۔
۱۶۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بانگ درا، جواب شکوہ،ص۱۹۳۔
۱۷۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بال جبریل، غزل نمبر۷،ص۳۶۶۔
۱۸۔ ایضاً، رباعیات،ص۴۱۰۔
۱۹۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بانگ درا، جواب شکوہ،ص۲۳۱۔
۲۰۔ اقبال،کلیات اقبال اردو،ضربِ کلیم، نماز، ص۵۵۰۔
۲۱۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بانگ درا، غزل، ص۳۱۲۔
۲۲۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بال جبریل، ذوق و شوق، ص۴۴۱۔
۲۳۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بانگ درا، جواب شکوہ،ص۲۲۹۔
۲۴۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بانگ درا، جواب شکوہ،ص۲۳۰۔
۲۵۔ اقبال،کلیات اقبال فارسی، اسرارِ خودی، مرحلہ دوم ضبطِ نفس، ص۴۳۔
۲۶۔ اقبال،کلیات اقبال اردو، بال جبریل، غزل نمبر۴۲،ص۳۹۱۔